قرآن مجید کی اثر انگیزی(۲)

مولانا ضیاء الدین اصلاحی

قرآن حکیم کی اثر انگیزی اور دلکشی کا یہ حال تھا کہ اسے سن کو لوگوں پر ہیبت طاری ہو جاتی تھی اور ان کا دل لرز لرز اٹھتا تھا۔ متعدد لوگ اسی طرح آیاتِ الٰہی سن کر متأثر ہوئے اور انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب کی نماز میں سورۃ الطور پڑھتے سنا اور جب آپؐ نے یہ آیات تلاوت کیں:

اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخَالِقُوْنَ ۝ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ ۝ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَبِّكَ اَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُوْنَ ۝

(آیات ۳۵ تا ۳۷)

"کیا وہ لوگ خود بخود بلا کسی چیز کے پیدا ہوئے ہیں یا وہی پیدا کرنے والے ہیں، یا انہوں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے؟ (نہیں، یہ سب کچھ نہیں) بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ یقین نہیں رکھتے۔ کیا ان کے پاس تیرے پروردگار کے خزانے ہیں یا وہی داروغہ ہیں؟"

تو میرا دل دھڑکنے لگا، اور اس کی عجیب کیفیت ہو گئی[۱] اور یہی وہ پہلا موقع تھا جب اسلام کی عظمت و تاثیر میرے دل میں راسخ ہو گئی[۲]

دعوتِ نبویؐ کا پانچواں سال تھا۔ مسلمانوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے جا رہے تھے اور مشرکین کی تکلیف و ایذاء رسانی روز بروز شدت اختیار کرتی جا رہی تھی۔ اس لئے

۱۔ صحیح بخاری، ج ۲، تفسیر سورۃ الطور
۲۔ الاتقان، ج ۲، ص ۱۳۳

مسلمانوں کو ہجرتِ حبشہ کا حکم ملا تاکہ وہاں کے رحمدل اور منصف مزاج عیسائی بادشاہ نجاشی کی سلطنت میں کچھ مسلمان امن و اطمینان کی زندگی گزار سکیں۔ لیکن مشرکین مسلمانوں کے آرام و آسائش کو کب گوارا کر سکتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے اپنا ایک وفد ہدایا اور تحائف کے ساتھ نجاشی کے پاس بھیجا تاکہ اسے مسلمانوں کے خلاف برافروختہ کردیں اور وہ ان مظلوموں کو ان کے حوالہ کر دے۔ لیکن نجاشی اس کے لئے کسی طرح آمادہ نہ ہوا اور تحقیق کے لئے اس نے مسلمانوں کو طلب کیا۔ حضرت جعفر طیار ؓ نے جو اس جماعت کے قائد تھے ایک پُراثر تقریر کی جس سے نجاشی بہت متأثر ہوا۔ اس کے بعد اس نے کہا: اچھا تمہارے نبی پر جو کلام اترتا ہے' اس میں سے اگر کوئی حصہ یاد ہو تو ہم کو بھی سناؤ! حضرت جعفرؓ نے سورۂ مریم کی کچھ آیتیں سنائیں جن کو سن کر نجاشی اور اس کے درباری اس قدر زار و قطار روئے کہ ان کی داڑھیاں تر ہو گئیں۔ پھر اس نے کہا کہ یہ اور حضرت مسیحؑ کا دین ایک ہی چراغ کے پرتو ہیں۔ اور کفار سے کہا کہ تم لوگ جاؤ' میں انہیں تمہارے حوالے نہیں کر سکتا۔[۳]

جب آنحضرت ﷺ کی دعوتِ توحید کا قرب و جوار میں چرچا ہوا تو قبیلہ غفار کے حضرت ابوذرؓ نے اپنے بھائی انیسؓ کو مکہ بھیجا تاکہ اس نبیؐ کے متعلق صحیح معلومات حاصل کریں۔ انہوں نے آنحضور ﷺ کی باتیں سنیں تو اپنے بھائی کو آکر بتایا کہ وہ تو نہایت عمدہ باتوں کی تعلیم دیتا ہے اور جو کچھ خدا کا کلام سناتا ہے بخدا وہ شعر و کہانت نہیں' میں خود شاعر ہوں اور میں نے اس کی باتیں شعر کے اوزان پر پرکھیں مگر محمد (ﷺ) نہ شاعر ہیں نہ ان کے کلام کو شعر کہا جا سکتا ہے۔[۴]

اس کے بعد حضرت ابوذرؓ کا اشتیاق اور بڑھا اور وہ خود مکہ تشریف لے گئے اور وہاں کلامِ الٰہی سے اس قدر متأثر ہوئے کہ اسلام قبول کر کے واپس آئے۔

حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ قبیلہ ازد کے ایک شخص ضماد جو جھاڑ

۳۔ سیرت ابن ہشام' برحاشیہ روض الانف' ج ۱' ص ۲۱۳

۴۔ صحیح مسلم' باب فضائل ابی ذر

پھونک کرتے تھے، مکہ آئے۔ یہاں انہوں نے لوگوں سے سنا کہ محمد (ﷺ) دیوانہ ہیں۔ انہوں نے سوچا کہ اگر میری ان سے ملاقات ہو جائے تو یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں شفاء دے دے گا۔ اس لئے وہ آپ ؐ سے ملنے آئے اور کہنے لگے: محمد (ﷺ)! میں جھاڑ پھونک کا کام کرتا ہوں اور جسے اللہ چاہتا ہے میری بدولت اس کو شفاء ہو جاتی ہے، اگر آپ چاہیں تو میں جھاڑ پھونک کر دوں۔ آپ ؐ نے ان کے سامنے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور پھر کلام مجید کی کچھ آیتیں پڑھیں۔ ضمادؓ پر ان کا اتنا اثر ہوا کہ وہ کہنے لگے: میں نے کاہنوں، ساحروں اور شاعروں کی باتیں سنی ہیں، لیکن آپؐ کے کلام کو ان سے کوئی واسطہ نہیں، اس کا اثر تو سمندروں پر بھی ہو سکتا ہے۔ پھر انہوں نے اسلام لانے کی خواہش ظاہر کی اور مسلمان ہو گئے۔[۵]

حضرت عبد اللہؓ بن عباسؓ حضرت عثمان بن مظعونؓ کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ وہ ایک مرتبہ رسول کریم ﷺ کی مجلس میں تشریف فرما تھے کہ حضرت جبرئیلؑ تشریف لائے۔ ان کے جانے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے عثمانؓ سے فرمایا: ابھی تمہاری موجودگی میں حضرت جبرئیلؑ آئے تھے۔ انہوں نے دریافت کیا کہ جبرئیلؑ نے آپ سے کیا کہا؟ آنحضرت ﷺ نے سورۃ النحل کی یہ آیت پڑھی:

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ ۚ یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ ○

(آیت ۹۰)

"بیشک اللہ عدل، احسان اور قرابت داروں پر خرچ کرنے کا حکم دیتا ہے، اور بے حیائی، منکر اور سرکشی سے روکتا ہے۔ وہ تم کو سمجھاتا ہے تاکہ تم یاد رکھو"

عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: یہ سن کر میرے دل پر بڑا اثر ہوا اور قلب میں ایمان راسخ ہو گیا اور میں آنحضرت ﷺ سے بڑی محبت کرنے لگا۔[۶]

۵۔ صحیح مسلم، کتاب الجمعہ
۶۔ مسند احمد بن حنبل، ج ۱، ص ۳۱۸

خالد عدوانیؓ نے سفرِ طائف میں رسول اللہ ﷺ کو سورۃ الطارق پڑھتے سنا تو اگرچہ اس وقت اسلام قبول نہیں کیا لیکن کلام الٰہی کی تفسیر دل میں پوری طرح گھر کر گئی اور وہ پوری سورت ان کو زبانی یاد ہو گئی۔[۷]

طفیل بن عمرو دوسیؓ جو اپنے قبیلہ کے سردار' بڑے زیرک اور اچھے شاعر تھے' خود اپنے اسلام لانے کا حال بیان کرتے ہیں کہ مجھے مکہ آنے اور قریش کے کچھ لوگوں سے ملنے کا اتفاق ہوا' ان لوگوں نے کہا: طفیل! تم شاعر بھی ہو اور اپنی قوم کے رئیس و مطاع بھی' ہم کو خطرہ ہے کہ اگر تمہاری اس شخص سے ملاقات ہو گئی اور اس کی کوئی بات تم نے سن لی تو وہ سحر کی طرح تمہارے دل پر اثر انداز ہو جائے گی' اس لئے تم خوب چوکنے اور ہوشیار رہو' ورنہ ہم لوگ جس چیز میں مبتلا ہیں اسی میں وہ تم کو اور تمہاری قوم کو بھی مبتلا کر دے گا' یہ شخص مرد و زن اور باپ بیٹوں میں جدائی پیدا کر دیتا ہے۔ طفیلؓ کہتے ہیں کہ اسی طرح وہ لوگ برابر اصرار کے ساتھ منع کرتے رہے اور میں نے بھی طے کر لیا کہ مسجد میں کان بند کر کے داخل ہوں گا۔ چنانچہ میں اپنے کانوں میں روئی ٹھونس کر مسجد میں گیا۔ وہاں رسول اللہ ﷺ کھڑے نظر آئے' میں بھی آپؐ کے قریب کھڑا ہو گیا' اللہ کو سنانا منظور تھا' آپ ﷺ نماز میں قرآن مجید پڑھ رہے تھے۔ میں نے اپنے جی میں کہا: یہ آدمی تو بڑا شاندار معلوم ہوتا ہے۔ اور بخدا مجھے اپنے اوپر پورا اعتماد اور اطمینان تھا کہ کسی چیز کا حسن و قبح مجھ سے مخفی نہ رہے گا۔ اس لئے میں نے طے کیا کہ ان کی بات ضرور سن کر رہوں گا' اگر درست معلوم ہوئی تو قبول کر لوں گا اور اگر وہ ٹھیک نہ ہو گی تو اس سے اجتناب کروں گا۔ چنانچہ میں نے اپنے کانوں کی روئی نکال دی اور آپؐ کی باتیں توجہ سے سننے لگا۔ واقعہ یہ ہے کہ اس سے بہتر کلام' دلکش انداز اور خوب تر الفاظ میں نے کبھی نہ سنے تھے۔ اس کے بعد میں آپؐ کا انتظار کرتا رہا۔ جب آپؐ اپنے گھر تشریف لے چلے تو میں بھی آپؐ کے ہمراہ ہو گیا اور گھر پہنچنے کے بعد میں نے عرض کیا: آپؐ کی قوم مجھ سے اس طرح کہہ رہی تھی اور اس نے شدت کے ساتھ آپؐ کی باتیں سننے سے منع کیا تھا' لیکن خداوند قدوس کو سنانا مقصود تھا۔ اس کو سننے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ آپؐ جو کچھ فرماتے اور پیش کرتے ہیں وہ

۷۔ مسند احمد بن حنبل' ج ۴' ص ۳۳۸

بالکل سچ ہے' اس لئے آپؐ میرے سامنے اپنا دین پیش کیجئے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے دین کی دعوت پیش کی اور قرآن مجید کی تلاوت کی۔ خدا شاہد ہے کہ اس سے بہتر اور برتر کلام میں نے کبھی نہ سنا تھا' اس لئے میں مسلمان ہو گیا اور آپؐ سے عرض کیا: میں اپنے قبیلہ کا سردار ہوں' ان کو بھی اسلام کی دعوت دوں گا۔[8]

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جو مسلمان حبشہ کی ہجرت کے لئے روانہ ہو رہے تھے ان میں میرے والد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بھی تھے' مگر وہ مکہ سے دو یا ایک دن کی مسافت طے کر سکے تھے کہ راہ میں ابن الدغنہ سے ملاقات ہو گئی۔ انہوں نے دریافت کیا: ابو بکر کہاں کا قصد ہے؟ جواب دیا: ہماری قوم نے ہم کو نکال دیا ہے' وہ ہمیں طرح طرح کی تکلیفیں دیتی ہے۔ ابن الدغنہ نے کہا: آخر تم جیسے آدمی کے ساتھ یہ سلوک کیا جا رہا ہے؟ تم تو بہت خوب آدمی ہو اور غریبوں اور ضرورت مندوں کے کام آتے ہو' نیک کام کرتے ہو' اس لئے واپس چلو' تم میری پناہ میں رہو گے۔ چنانچہ واپس لوٹ آئے اور جب مکہ پہنچے تو ابن الدغنہ نے قریش سے کہا: میں نے ابو قحافہ کو پناہ دی ہے' اس لئے کوئی انہیں تنگ نہ کرے۔ انہوں نے کہا: تم نے ایسے آدمی کو پناہ دی ہے جو ہمیں تکلیفیں دیتا ہے' اس شخص نے ایک چھوٹی سی مسجد بنائی ہے اور اس میں جب نماز پڑھتا اور تلاوت قرآن کرتا ہے تو اس پر رقت طاری ہو جاتی ہے اور وہ رونے لگتا ہے' یہ دیکھ کر ہمارے بچے اور عورتیں اکٹھا ہو جاتی ہیں اور قرآن سے متأثر ہوتی ہیں۔[9]

حبش سے تقریباً ۲۰ عیسائی آنحضور ﷺ کی بعثت کی اطلاع پا کر مکہ آئے' انہوں نے آپؐ کو مسجد میں پایا اور وہیں آپؐ کے پاس بیٹھ کر باتیں اور سوالات کئے' جب ان کے سوالات ختم ہوئے تو آپؐ نے انہیں خدا پرستی کی تلقین کی اور قرآن سنایا۔ وہ لوگ قرآن سن کر زار و قطار روئے اور پھر ایمان لائے اور خدا کی پکار پر لبیک کہا۔[10]

۸۔ الاستیعاب لابن عبد البر' ج ۱۰' ص ۲۱۸' نیز اسد الغابہ اور سیرت ابن ہشام میں بھی یہ واقعہ ملتا ہے۔

۹۔ سیرت ابن ہشام' ج ۱' ص ۲۳۱

۱۰۔ سیرت ابن ہشام' ص ۲۳۹

حج کے موقع پر مختلف قبیلوں اور شہروں کے لوگ اکٹھے ہوتے تو آپ ﷺ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے اور قرآن سناتے۔ مدینہ منورہ سے آنے والے لوگوں نے اسی طرح دینِ حق قبول کیا۔ اور جب کفار قریش کا ظلم و ستم حد سے بڑھا تو انہوں نے آنحضور ﷺ اور آپ ؑ کے اصحابؓ کو وہیں بلا لیا۔ اس طرح مدینہ آگے چل کر اسلام اور دعوتِ رسالت کا اولین مرکز بنا۔ لیکن اول اول حج کے موقع پر کچھ لوگ قرآن کی اثر آفرینی ہی کی بدولت حلقہ بگوش اسلام ہوئے تھے۔ ابن ہشام کا بیان ہے کہ آپ ﷺ نے انہیں قرآن سنایا اور خدائے واحد کی بندگی کی دعوت دی۔[۱۱]

سعید بن معاذ اور اسید بن حضیر کے سامنے جب معصب بن عمیرؓ نے اسلام پیش کیا اور قرآن مجید سنایا تو وہ اس کی حقانیت و تاثیر سے اسلام قبول کرنے پر آمادہ ہو گئے۔[۱۲]

ابو عبیدہ بن حارث' ابو سلمہ بن عبد الاسود' ارقم بن ابی الارقم اور عثمان بن مظعون (رضی اللہ عنہم) رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ ؑ نے ان لوگوں کے سامنے اسلام پیش کیا اور قرآن پڑھا تو وہ اس سے متاثر ہو کر اسلام لے آئے اور گواہی دی کہ آنحضرت ﷺ ہدایت و بصیرت پر ہیں۔[۱۳]

متعدد لوگوں نے قرآن حکیم کی بلاغت کی داد اور اس کے کمال تاثیر کی شہادت دی ہے۔ مثلاً ولید بن مغیرہ کے سامنے جب آنحضور ﷺ سورۃ النحل کی آیت "اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی..... الخ" پڑھی تو اس نے کہا: اس کلام میں اہل ذوق کے لئے بڑی حلاوت اور دلآویزی ہے اور یہ بڑا پر رونق اور پر جمال ہے' اس کی جڑیں مضبوط اور شاخیں برگ و بار آور ہیں۔[۱۴]

ایک اعرابی نے ایک شخص کو "فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ" (الآیہ) پڑھتے سنا تو وہ اس کی بلاغت سے اس قدر مرعوب و متاثر ہوا کہ

۱۱۔ سیرت ابن ہشام' ج ۱' ص ۲۳۱

۱۲۔ سیرت ابن ہشام' ص ۲۷۲

۱۳۔ اسد الغابہ' ج ۵' ص ۲۱۸

۱۴۔ شرح الشفاء' ج ۲' ص ۵۲۸

سجدہ میں گر پڑا۔[۱۵]

ایک اور اعرابی نے آیت "فَلَمَّا اسْتَيْأَسُوا مِنْهُ خَلَصُوا نَجِيًّا" (یوسف: ۸۰) سنی تو بول اٹھا کہ اس طرح کا کلام کسی مخلوق کا نہیں ہو سکتا۔[۱۶]

یہ تو چند واقعات ہیں۔ تاریخ اسلام اور خصوصاً دورِ نبوت کے واقعات کی اگر چھان بین کی جائے تو متعدد اشخاص کے قبول اسلام اور اعتقادِ ربّ العزت کا اولین سبب قرآن کی تاثیر و بلاغت ہی نظر آئے گی۔ ہم اس سلسلہ کو خلیفہ ثانی امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے واقعۂ اسلام پر ختم کرتے ہیں جو بڑا اہم' پر سوز اور پر اثر ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام و ایمان کا خود سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو انتظار تھا اور انُ کے قبولِ اسلام سے مسلمانوں کو واقعتاً بڑی تقویت ملی۔ اسلام لانے کے بعد ان کو جس درجہ شدید تعلق اسلام سے ہو گیا تھا اسی درجہ گہرا تعلق قبولِ اسلام سے قبل اپنے آبائی دین سے تھا۔ چنانچہ جب انہیں اس دین کی خبر ہوئی تو سخت برہم ہوئے' یہاں تک کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دینے کا ارادہ بھی ان کے دل میں آیا۔ مگر مشیتِ الٰہی کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ چنانچہ کلامِ ربانی کی چند آیتیں کانوں سے ٹکرائیں تو دفعتاً تمام نقشۂ جنگ ہی بدل گیا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل و ہلاکت کا ناپاک جذبہ ان کی عقیدت و محبت کے پاکیزہ جذبہ میں تبدیل ہو گیا اور وہی تلوار جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا سر قلم کرنے کے لئے اٹھی تھی اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کے قتل کے لئے اٹھنے لگی۔

کتبِ سیر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے متعلق کئی روایتیں ملتی ہیں لیکن قرآن کی اثر انگیزی ان سب میں قدرِ مشترک کی حیثیت رکھتی ہے۔ ہم مولانا شبلی نعمانی کے قلم سے اس واقعہ کو بہ تمام و کمال نقل کرتے ہیں' کیونکہ

داستانِ عہدِ گل را از نظیری باز پرس
عندلیب آشفتہ تر گفت است ازیں افسانہ را

"حضرت عمرؓ کا ستائیسواں سال تھا کہ عرب میں آفتابِ رسالت طلوع ہوا'

---

۱۵ و ۱۶۔ اسد الغابہ' ص ۵۲۹

یعنی رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے اور اسلام کی صدا بلند ہوئی۔ حضرت عمرؓ کے گھرانے میں زیدؓ کی وجہ سے توحید کی آواز بالکل نامانوس نہیں رہی تھی۔ چنانچہ سب سے پہلے زید کے بیٹے سعیدؓ اسلام لائے۔ سعید کا نکاح حضرت عمرؓ کی بہن فاطمہؓ سے ہوا تھا۔ اس تعلق سے فاطمہؓ بھی مسلمان ہو گئیں۔ اسی خاندان میں ایک اور معزز شخص نعیم بن عبد اللہؓ نے بھی اسلام قبول کر لیا تھا' لیکن حضرت عمرا بھی تک اسلام سے بالکل بیگانہ تھے۔ ان کے کانوں میں جب یہ صدا پہنچی تو سخت برہم ہوئے' یہاں تک کہ قبیلے میں جو لوگ اسلام لا چکے تھے ان کے دشمن بن گئے۔ لبینہ ان کے خاندان میں ایک کنیز تھی جس نے اسلام قبول کر لیا تھا' اس کو بے تحاشا مارتے مارتے تھک جاتے تو کہتے کہ ذرا دم لے لوں تو پھر ماروں گا۔ لبینہ کے سوا اور جس جس پر قابو چلتا تھا زدوکوب سے دریغ نہیں کرتے تھے' لیکن اسلام کا نشہ ایسا تھا کہ جس کو چڑھ جاتا تھا اترتا نہ تھا' ان تمام سختیوں پر ایک شخص کو بھی وہ اسلام سے بددل نہ کر سکے۔ آخر مجبور ہو کر فیصلہ کیا کہ (نعوذ باللہ) خود بانئ اسلام کا قصہ پاک کر دیں۔ تلوار کمر سے لگا سیدھے رسول اللہ ﷺ کی طرف چلے۔ کارکنانِ قضا نے کہا ع

آمد آں یارے کہ ما می خواستیم

راہ میں اتفاقاً نعیم بن عبد اللہ مل گئے۔ ان کے تیور دیکھ کر پوچھا خیر ہے؟ بولے کہ "محمد (ﷺ) کا فیصلہ کرنے جاتا ہوں"۔ انہوں نے کہا پہلے اپنے گھر کی خبر تو لو' خود تمہاری بہن اور بہنوئی اسلام لا چکے ہیں۔ فوراً پلٹے اور بہن کے ہاں پہنچے۔ وہ قرآن پڑھ رہی تھیں' ان کی آہٹ پا کر چپ ہو گئیں اور قرآن کے اجزاء چھپا لئے۔ لیکن آواز ان کے کانوں میں پڑ چکی تھی۔ بہن سے پوچھا کہ یہ کیا آواز تھی؟ بہن نے کہا کچھ نہیں۔ بولے کہ "نہیں میں سن چکا ہوں کہ تم دونوں مرتد ہو گئے"۔ یہ کہہ کر بہنوئی سے دست و گریباں ہو گئے اور جب ان کی بہن بچانے کو آئیں تو ان کی بھی خبر لی' یہاں تک کہ ان کا بدن لہو لہان ہو گیا۔ اس حالت میں ان کی زبان سے نکلا کہ "عمرا جو بن آئے

کرو لیکن اسلام اب دل سے نہیں نکل سکتا۔" ان الفاظ نے حضرت عمرؓ کے دل پر ایک خاص اثر کیا' بہن کی طرف محبت کی نگاہ سے دیکھا' ان کے بدن سے خون جاری تھا' یہ دیکھ کر اور بھی رقت ہوئی۔ فرمایا کہ تم لوگ جو پڑھ رہے تھے مجھ کو بھی سناؤ۔ فاطمہؓ نے قرآن کے اجزاء لا کر سامنے رکھ دیئے' اٹھا کر دیکھا تو یہ سورۃ تھی: سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔ ایک ایک لفظ پر ان کا دل مرعوب ہوتا جاتا تھا' یہاں تک کہ جب اس آیت پر پہنچے اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ تو بے اختیار پکار اٹھے کہ "اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ"۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارقمؓ کے مکان میں' جو کوہ صفا کی تلی میں واقع تھا' پناہ گزیں تھے۔ حضرت عمرؓ نے آستانہ مبارک پر پہنچ کر دستک دی۔ چونکہ شمشیر بکف گئے تھے اور اس تازہ واقعہ کی کسی کو اطلاع نہ ملی اس لئے صحابہؓ کو تردد ہوا۔ لیکن حضرت عمرؓ نے اندر قدم رکھا تو رسول اللہ ﷺ خود آگے بڑھے اور ان کا دامن پکڑ کر فرمایا: "کیوں عمر! کس ارادے سے آیا ہے؟" نبوت کی پُر رعب آواز نے ان کو کپکپا دیا' نہایت خضوع کے ساتھ عرض کی کہ "ایمان لانے کے لئے"۔ آنحضرت ﷺ بے ساختہ اللہ اکبر پکار اٹھے اور ساتھ ہی تمام صحابہؓ نے مل کر اس زور سے اللہ اکبر کا نعرہ مارا کہ تمام پہاڑیاں گونج اٹھیں"۔ [۱۷]

قرآن کے حیرت انگیز اثرات سے انسان تو انسان جنّات بھی مرعوب و متأثر ہوئے۔ ابن ہشام کا بیان ہے کہ رسول اکرم ﷺ جب طائف سے مایوس ہو کر مکہ لوٹ رہے تھے تو ایک شب وادی نخلہ میں نماز پڑھنے کھڑے ہوئے اور تلاوتِ قرآن شروع کی تو جنوں نے اس کو سن کر حیرت انگیز اثر قبول کیا اور بعد میں اپنی قوم کو بھی اس کی دعوت دی۔ سورۃ

۱۷۔ الفاروق' ج اول' از صفحہ ۳۱ تا ۳۴' بحوالہ انساب الاشراف بلاذری و طبقات ابن سعد و اسد الغابہ و ابن عساکر و کامل ابن اثیر۔

الاحقاف اور سورۃ الجن میں اس کی جانب اشارے کئے گئے ہیں۔ سورۃ الاحقاف میں ہے:

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ، فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا، فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ○ قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ○ يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ○ (آیات ۲۹ تا ۳۱)

"اور یاد کرو جب ہم نے تمہاری طرف جنوں کا ایک گروہ قرآن سننے کے لئے پھیر دیا' جب وہ وہاں پہنچے تو باہم دگر بولے کہ چپ چاپ رہو' پھر جب ختم ہوا تو وہ اپنی قوم کے پاس لوٹے اور تنبیہہ کرنے لگے۔ انہوں نے کہا اے ہماری قوم ہم نے ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد اتاری گئی ہے' جو اپنے سے پہلے کی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور جو حق اور سیدھی راہ دکھاتی ہے۔ اے قوم کے لوگو! اللہ کی طرف بلانے والے کا جواب دو اور اس پر ایمان لاؤ تو وہ تمہارے گناہوں کو معاف کردے گا اور تم کو دردناک عذاب سے بچالے گا۔

ایک جگہ قرآن مجید نے اپنی عظمت و تاثیر کا اس طرح ذکر کیا ہے:

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ، وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ○ (الحشر: ۲۱)

"اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتار دیتے تو وہ تمہیں اللہ کے ڈر سے جھکا' دبا اور پاش پاش نظر آتا اور یہ مثالیں ہم لوگوں سے اس لئے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ غور و فکر کریں۔"

کیا ان تفصیلات کے بعد بھی کسی کو قرآن کی اثر انگیزی اور دلکشی میں کوئی کلام ہو سکتا ہے؟ مگر یہ بات بڑی قابل غور ہے کہ جس قرآن کی تاثیر کا یہ حال تھا کہ دفعتاً دلوں کی دنیا

بدل جاتی تھی اور کفر و ضلالت پسند طبیعتیں ایمان و ہدایت سے سرفراز ہو جاتی تھیں اور جس کے اثرات کی یہ کیفیت ہو کہ پہاڑ بھی سنیں تو پاش پاش ہو جائیں آج وہ ایک ذہن و دماغ کو بھی اپیل نہیں کر رہا ہے۔ اوروں کا تو ذکر ہی کیا' خود مسلمان جو روزانہ اس کی تلاوت کرتے اور نمازوں میں اس کو سنتے ہیں (اور اگر اس کی بھی توفیق نہیں ہوتی تو یہ اور زیادہ شرمناک بات ہے) لیکن ان کے دلوں میں سوز و گداز اور طبیعتوں میں جوش و ولولہ نہیں پیدا ہوتا اور نہ ان کی ذلتیں اور پستیاں' عظمتوں اور رفعتوں میں تبدیل ہوتی ہیں حالانکہ قرآن تو ہمیں عزت و عظمت بخشنے' امنگ و حوصلہ دینے اور وادیٔ ظلمات سے نکالنے ہی کے لئے آیا تھا۔

هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖٓ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ (الحدید:۹)

"وہی اللہ ہے جو اپنے بندے (محمد ﷺ) پر روشن آیتیں اتارتا ہے تاکہ تم کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں کردے اور یقیناً اللہ تم پر بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔"

تو کیا خدا کا یہ قانون بدل گیا ہے؟ نہیں' وہ تو کہتا ہے: "لَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا" حقیقت یہ ہے کہ قرآن اور اس کی دعوت و سعادت اب بھی اپنے اندر پوری کشش اور جاذبیت رکھتی ہے۔ مگر ہمارے دلوں کی سختی و سنگدلی اتنی بڑھ چکی ہے کہ وہ کوئی اثر ہی قبول کرنے کے لئے تیار نہیں۔

طالبِ لعل و گہر نیست وگرنہ خورشید
ہمچنیں در عمل معدن و کان است کہ بود

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو قرآن مجید ٹھیک ٹھیک طور سے پڑھنے اور اس سے خاطر خواہ اخذ و استفادہ کی توفیق عطا فرمائے' کیونکہ اپنا عقیدہ اور ایمان یہ ہے کہ یہی ان کی اصل متاع اور حقیقی دولت ہے' اس سے تہی دامن ہو کر اگر دنیا جہان کی تمام دولتیں بھی ان کو مل جائیں تو وہ فقیر و گداہی رہیں گے۔